جمالی دہلوی اور خواجہ میر درد کے صوفیانہ مشترکات

The Spiritual Similarities Between The poetry of Meer Dard and Jamali Dehlvi.

مسرت سرور
پی ایچ ڈی سکالر
پنجاب یونیورسٹی لاہور

Abstract:

Sufism in Persian and Urdu literature originated with arrival of Persian language in subcontinent and now it is a main common topic in Persian and Urdu literature of the subcontinent. Sufis from different mystic families took part in prose and poetry writing of Persian and Urdu languages in subcontinent.The following article presents a brief review of poetry of two Sufis, Jamali Dehalvi (١٠th century AH) from Suharwardi family and Khawja Mir Dard (١٢th century AH) from Naqshbandi family in light of common mystic thought in subcontinent.

کلیدی الفاظ۔ خواجہ میر درد، جمالی دہلوی، تصوف، سلسہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہر وردیہ۔ فارسی زبان، اردو زبان، کلاسیکی شاعر برصغیر کی اردو اور فارسی زبانوں کی شعری تاریخ پر اگر نظر دوڑائیں تو اس کا غالب حصہ صوفیانہ افکار پر مشتمل نظر آتا ہے۔ اول اول برصغیر میں فارسی زبان جن شخصیات کے سبب رواج پائی، ان میں سے اکثر صوفیاء تھے اور فارسی نظم و نثر لکھنے والے تھے۔ اسی لیے برصغیر کے فارسی ادب کا ایک قابلِ قدر حصہ عرفان و تصوف کا نمائندہ ہے۔ بعد میں جب اردو زبان میں تخلیقات ہونے لگیں، تو فارسی کے زیر اثر اردو زبان میں بھی تصوف کے مضامین در آئے اور اس طرح تصوف فارسی اور اردو دونوں زبانوں کا مشترکہ موضوع قرار پایا۔

برصغیر میں تصوف کے جو سلاسل مروج ہوئے ان میں چار سلسلے زیادہ مشہور ہیں: سلسلہ قادریہ، سلسلہ چشتیہ، سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ سہروردیہ۔ ان سبھی سلاسل سے وابستہ صوفیاء نے فارسی اور اردو زبانوں میں

شعری نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ اس مقالہ میں دو صوفیاء کے صوفیانہ مشترکات کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے۔ پہلے جمالی دہلوی جو دسویں صدی ہجری کے صوفی تھے۔ ان کا تعلق سلسلہ سہروردیہ سے تھا اور فارسی شعر کہتے تھے۔ دوسرے خواجہ میر درد جو بارہویں صدی ہجری کے صوفی تھے۔ ان کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے تھا۔ وہ فارسی زبان میں بھی شعر کہتے تھے اور اردو زبان میں بھی۔ پہلے ان دونوں صوفیاء کے مختصر احوال و آثار درج کیے جاتے ہیں۔

جمالی دہلوی:

ان کا نام حامد ہے لیکن مولانا جمالی، ملا جمالی اور درویش جمالی کے نام سے معروف ہیں۔ کچھ کتابوں میں ان کا نام جلال خان بھی ذکر ہوا ہے (۱)۔ بعض لوگوں نے ان کا نام فضل اللہ (۲) درج کیا ہے لیکن سیر العارفین میں انھوں نے خود اپنا نام حامد بن فضل اللہ لکھا ہے:

"امابعد می گوید معتقد اہل اللہ حامد بن فضل اللہ الراجی الی حضرت المتعالی المعروف بہ درویش جمالی کہ یکی از خاک راہان ارباب معرفت است (۳)

وہ برصغیر کے مشہور صوفیا میں سے ہیں۔ ان کا زمانہ نویں اور دسویں صدی ہجری کا ہے۔ انھوں نے اپنے مرشدِ گرامی مولانا سماء الدین کے حکم پر "جمالی" تخلص اختیار کیا۔ وہ خود اپنے مرشد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

از جمالش شد جمالی آفتاب
زان جمالی را شد خطاب (۴)

ان کا تعلق کنبوہ قبیلہ سے تھا اور ان کا گھرانہ دینی تعلیم کے لحاظ سے اپنے علاقے میں معزز شمار کیا جاتا تھا۔ ان کا سال ولادت نہیں ملتا۔ بس اتنا معلوم ہے کہ ۸۶۲ ہجری کے آس پاس دہلی کے نواح میں ان کی پیدائش ہوئی جس کی بنا پر دہلوی کہلائے (۵)۔ بچپن میں ان کے والد وفات پا گئے۔ جمالی نے اپنی کوششوں سے تعلیم مکمل کی۔ انھوں نے علم کی تحصیل میں دور دراز کا سفر کیا اور مختلف علاقوں کی سیاسی، سماجی، دینی اور علمی شخصیات سے روابط پیدا کیے۔ مخدوم بلال سندھی، مولانا کمال الدین حسینی، مولانا عبد الرحمن جامی، امیر علیشیر نوایی اور جلال الدین دوانی جیسے نامور علماء اور صوفیا سے ملاقات رہی (۶)۔

جمالی دہلوی کا دور سلطان سکندر لودھی سے لے کر ہمایوں تک کو محیط ہے۔ جمالی دہلوی کے سلطان سکندر لودھی (۸۹۴-۹۲۳ ہجری) سے بہت اچھے تعلقات تھے۔ سلطان خود بھی شعر کہتا تھا اور انھیں جمالی کو دکھاتا تھا (۷)۔ جمالی نے سیر العارفین میں سلطان سے اس تعلق کا ذکر کیا ہے۔ جمالی کے بقول سلطان سکندر بہت اچھے اخلاق کا مالک تھا اور بہت اعلیٰ طبیعت رکھتا تھا۔ وہ شعر گویی کی محفلیں بھی جماتا تھا اور شعراء اور بزرگان دین سے بہت عقیدت رکھتا تھا۔ اور جمالی سے بھی بہت احترام سے پیش آتا تھا (۸)۔

جمالی کے بابر (۹۳۲-۹۳۷ ہجری) اور ہمایوں (۹۳۷-۹۴۷ ہجری) سے بھی اچھے تعلقات تھے۔ جمالی نے ان بادشاہوں کے قصائد لکھے ہیں؛ لیکن ان قصائد سے کوئی مالی فائدہ حاصل نہیں کیا؛ کیونکہ جمالی کی زندگی بہت زاہدانہ تھی (۹)۔

جمالی نے زندگی کا آخری حصہ ہمایوں کی ملازمت میں گزارا اور ۹۴۲ ہجری میں گجرات میں وفات پائی۔ ان کا جنازہ دہلی لے جایا گیا اور قطب مینار کے قریب انھیں دفن کیا گیا۔

جمالی دہلوی صوفی ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی زبان کے نامور شاعر بھی تھے۔ تصوف میں جمالی دہلوی سہروردیہ سلسلے سے منسلک تھے اور اپنے خالو اور خسر شیخ سماء الدین سہروردی سے بیعت رکھتے تھے۔ شیخ سماء الدین سہروردی اپنے وقت کے برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔ جمالی نے سیر العارفین میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ شیخ سماء الدین ظاہری اور باطنی علوم کے اعتبار سے بزرگان قدیم سے مشابہت رکھتے تھے اور دلوں پر ان کو خاص تصرف حاصل تھا (۱۰)۔

جمالی دہلوی نے اپنے پیر و مرشد سے نہ صرف باطنی علوم کی تحصیل کی بلکہ ظاہری علوم بھی مکمل کیے۔ جمالی سلسلہ سہروردیہ کی تعلیمات پر کامل گرفت رکھتے تھے اور لوگ "عوارف المعارف" کی تشریحات کے لیے ان سے رجوع کرتے تھے۔

جمالی دہلوی کے تین فرزند تھے: حسن، عبدالحیی اور شیخ عبدالرحمن گدائی۔ حسن کی وفات جمالی کی زندگی میں ہی ہوئی اور جمالی نے ان کی وفات پر دردناک مرثیہ لکھا جو ان کے دیوان میں موجود ہے:

صد ہزاران داغ محنت بر دل پرخون نہاد
مردن آسان کرد بر من، زندگی دشوار ساخت (۱۱)

جمالی دہلوی کی چار تصانیف مشہور ہیں:

۱) دیوان جمالی دہلوی:

جمالی دہلوی کا دیوان جو قصیدہ، غزل، ترجیع بند، ترکیب بند، مرثیہ، قطعہ، رباعی وغیرہ پر مشتمل ہے، خطی نسخہ کی صورت میں مختلف لائبریریوں میں موجود ہے۔

۲) مثنوی مرآۃ المعانی:

یہ مثنوی ۶۳۹ ابیات پر مشتمل ہے اور اس میں عرفانی واردات واحوال کا تذکرہ ہے۔

۳) مثنوی مہر وماہ:

یہ مثنوی شاہزادہ "ماہ" اور شاہزادی "مہر" کی عشقیہ داستان پر مشتمل ہے۔ اس مثنوی کے ۳۶۵۲ ابیات ہیں اور یہی مثنوی جمالی دہلوی کی شہرت کا اصل سبب ہے۔ اس مثنوی میں جمالی نے داستان کے اندر عرفانی مطالب کا بیان کیا ہے۔

۴) تذکرہ سیر العارفین:

یہ تذکرہ بزرگانِ دین کے احوال و کرامات پر مشتمل ہے۔ برصغیر کی صوفی درگاہوں میں یہ تذکرہ بہت مقبول ہے۔ اس میں تیرہ بزرگوں کے احوال اکٹھے کیے گئے ہیں۔ ہر بزرگ کے تذکرے میں سب سے پہلے ان کے مختصر احوال بیان کیے گئے ہیں اور بعد میں اقوال و معاملات درج کیے گئے ہیں۔ سید حسام الدین راشدی کے مطابق یہ تذکرہ اس دور کی روحانی، سماجی اور علمی عکاسی کرتا ہے (۱۲)۔

کچھ اور کتابیں "بیان الحقایق احوال سید المرسلین ﷺ"، "محبوب الصادقین" وغیرہ کے عنوان سے جمالی سے منسوب ہیں لیکن جمالی کی تخلیق نہیں ہیں (۱۳)

خواجہ میر درد:

خواجہ میر درد نجیب الطرفین حسینی سید تھے۔ ان کی نسبت حضرت بہاء الدین نقشبند سے جاملتی ہے۔ ان کے جد امجد اورنگ زیب کے زمانے میں برصغیر آئے اور یہیں بس گئے۔ خواجہ میر درد کے والد خواجہ محمد ناصر عندلیب صاحبِ تصنیف بزرگ تھے۔ خواجہ میر درد ۱۱۳۳ ہجری میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی سے علوم و فنون کی طرف متوجہ تھے۔ پندرہ برس کی عمر میں فارسی زبان میں پہلی کتاب لکھی۔ جوانی کے زمانے میں شعر و شاعری کی محفلوں میں شرکت کرتے تھے اور اپنے ہاں بھی ایسی محافل منعقد کرتے تھے۔ بعد میں ترک دنیا کر کے گوشہ نشین ہو گئے۔ درد موسیقی کا بہت اعلیٰ ذوق رکھتے تھے۔ ۱۱۷۲ ہجری میں اپنے باپ کے سجادہ نشین بنے۔ تمام عمر دہلی میں گزار دی۔ ان کا زمانہ آلام و مصائب کا زمانہ تھا۔ بے شمار لوگ دہلی سے ہجرت کر گئے مگر یہ دل جمعی سے بیٹھے رہے۔ اور یہیں ۱۱۹۹ ہجری میں وفات پائی۔ درد کی بارہ تصانیف ملتی ہیں۔ فارسی اور اردو دیوانوں کے علاوہ باقی کتابوں کے نام اس طرح ہیں: آہِ سرد، اسرار الصلوٰۃ، حرمتِ غنا، دردِ دل، سوزِ دل، شمعِ محفل، علم الکتاب، نالۂ درد، واردات، واقعاتِ درد (۱۴)

فراق دہلوی میخانۂ درد میں لکھتے ہیں:

> "ان کتابوں کے علاوہ خواجہ میر درد صاحب کی اور بیاضیں اور کتابیں بھی تھیں اور آپ کی سوانح عمری جو آپ کے چھوٹے بھائی خواجہ میر اثر صاحب اور آپ کے پسر عالی گہر خواجہ ضیاء الناصر متخلص الم نے لکھی تھی اور اس کے علاوہ تمام تبرکات غدر ۱۸۵۷ میں لٹ گئے" (۱۵)

خواجہ میر درد سلسلہ نقشبندیہ سے نسبت رکھتے تھے اور اپنے والد کے بعد اس سلسلہ کے سجادہ نشین بنے۔ درد کے والد خواجہ عندلیب نے سلسلہ نقشبندیہ کے اندر ایک نیا طریقہ شروع کیا اور اس کا نام "طریق محمدیہ" رکھا اور خواجہ درد کو "اول المحمدیین" کا لقب دیا۔(۱۶)

جمالی دہلوی اور خواجہ میر درد کے شعری مشترکات

جمالی دہلوی اور خواجہ میر درد دونوں کا تعلق تصوف و عرفان کی قلمرو سے تھا اور دونوں اپنے اپنے سلسلہ کے صاحبِ مسند و ارشاد تھے۔ دونوں نے عمر کا کافی حصہ دہلی میں گزارا۔ دونوں کی شاعری دیگر صوفیائے کرام کی طرح عشق و محبت اور سوز و گداز سے بھرپور ہے۔ اس میں مجاز کے ساتھ ساتھ حقیقی عشق کی چاشنی بھی موجود ہے۔

جمالی اور درد دونوں کے ہاں حمدِ باری تعالیٰ کے خوبصورت نمونے موجود ہیں:

جمالی:

ای روی خود ز پردہ نمودار ساختہ
خود را بہ حسن خویش طلبگار ساختہ(۱۷)

درد:

جگ میں آ کر ادھر ادھر دیکھا
تو ہی آیا نظر، جدھر دیکھا(۱۸)

جمالی:

تاب رخت بہ چہرۂ اعنان ثابتہ
بخشید نور مظہر آثار ساختہ(۱۹)

درد:

ماہتیوں کو روشن کرتا ہے نور تیرا
اعیان ہے مظاہر ظاہر ظہور تیرا(۲۰)

جمالی:

چون رو گشودہ ذات تو، از پردۂ صفات

عالم عیاں، ز پرتو رخسار ساختہ(۲۱)

درد:

حجابِ رخ یار تھے آپ ہم ہی
کھلی آنکھ جب، کوئی پردا نہ دیکھا(۲۲)

جمالی:

عکسی زدہ در آئینہ حسن جمال تو
آئینہ را بہ حسن گرفتار ساختہ(۲۳)

درد:

بیپار خلق کرتی ہے حق کے کمال کا
یہ آئنہ ہے جلوہ فروش اس جمال کا (۲۴)

جمالی:

یک پرتو تجلی حسنت، ہزار دل
در صد بلا کشیدہ و افگار ساختہ(۲۵)

درد:

کون سا دل ہے وہ کہ جس میں آہ
خانہ آباد! تو نے گھر نہ کیا(۲۶)

جمالی دہلوی اور میر درد دونوں کے ہاں معرفت و عرفان کے مضامین بڑی ندرت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ وحدتِ وجود اور وحدت شہود کا فلسفہ بہت خوبصورتی سے دونوں شعراء کے ہاں ملتا ہے

جمالی:

مائیم خلاصۂ دوعالم
تفسیر حروف اسم اعظم(۲۷)

درد:

جمع میں افراد عالم ایک ہیں
گل کے سب اوراق برہم ایک ہیں(۲۸)

جمالی:

ہم ذات خدا ز ما مبین
ہم نور صفت بہ ما مسلم
ہموارہ بہ ما کمال مضمر
پیوستہ بہ ما جمال مدغم(۲۹)

درد:

گر دیکھیے تو مظہر آثار بقا ہوں
ور سمجھیے جوں عکس مجھے، محوِ فنا ہوں(۳۰)

وحدت میں اکثریت اور اکثریت میں وحدت کے اظہار وادراک کے مسائل تصوف میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس حوالے سے میر درد اور جمالی دہلوی دونوں نے اپنے عہد میں اپنے طریقے سے اظہارِ خیال کیا ہے:

جمالی:

گاہ دریا بہ موج کردہ ظہور
گاہ شد موج عین آن دریا(۳۱)

درد:

ہووے کب وحدت میں کثرت سے خلل
جسم و جاں گو دو ہیں، پر ہم ایک ہیں(۳۲)

جمالی دہلوی انسان کی عظمت وقدر کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی علمی اور عرفانی برتری کے سبب مسجودِ ملائک ہے:

مشہود رخ صفات و اسما
مسجود فرشتۂ معظم(۳۳)

میر درد بھی انسان کو اسی زاویے سے دیکھتے ہیں۔ میر درد کے ہاں متصوفانہ اندازِ نظر انسانی عظمت کا درس دیتا ہے اور یہی درس میر درد کا بنیادی موضوع ہے۔

باوجودے کہ پر و بال نہ تھے آدم کے
واں یہ پہنچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا(۳۴)

حوالہ جات و حواشی

۱۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار فی اسرار الابرار، (دہلی، مطبع مجتبائی، ۱۳۳۲ھ)، ص ۲۳۷

۲۔ سر سید احمد خان، آثار الصنادید، (کراچی، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، ۱۹۶۶ء) ص ۱۷۴

۳۔ جمالی دہلوی، سیر العارفین، نسخہ خطی، ص ۱

۴۔ سید حسام الدین راشدی، مقدمہ سیر العارفین، مشمولہ: سیر العارفین، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۳۷

۵۔ پور جوادی، نصر اللہ، "مراۃ المعانی"، معارف، ج ۱۱، ش ۱و۲، (تہران: ۱۳۸۴ ہجری شمسی) ص ۳

۶۔ گوپاموی، محمد قدرت اللہ، تذکرہ نتائج الافکار، (بمبئی: ۱۳۳۶ ہجری شمسی)، ص ۱۵۳

۷۔ صبا، مولوی محمد مظفر حسین، تذکرۂ روز روشن، (تہران: ۱۳۴۲ ہجری شمسی)، ص ۱۷۹

۸۔ جمالی دہلوی، سیر العارفین، مترجم: محمد ایوب قادری، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۹۵

۹۔ حجت اللہ اصیل، جمالی دہلوی، مشمولہ: دانشنامۂ زبان و ادب فارسی، سرپرستی: اسماعیل سعادت، (تہران: فرہنگستان زبان و ادب فارسی باہمکاری انتشارات سخن، ۱۳۹۷ ہجری شمسی)، ص ۲۹

۱۰۔ جمالی دہلوی، سیر العارفین، ص ۲۵۱

۱۱۔ سید حسام الدین راشدی، مقدمہ سیر العارفین، مشمولہ: سیر العارفین، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۷۴-۷۵

۱۲۔ ایضاً، ص ۱۲۹

۱۳۔ سید حسام الدین راشدی، مقدمہ سیر العارفین، ص ۱۰۰-۱۰۱

۱۴۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، (لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۳ء)، ص ۵۶۱-۵۷۱

۱۵۔ فراق دہلوی، سید ناصر نذیر، میخانۂ درد، (جید برقی پریس، ۱۳۴۴ھ)، ص ۵

۱۶۔ جمیل جالبی، تاریخ ادب اردو، جلد دوم، ص ۵۷۱-۵۷۲

۱۷۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، مشمولہ: مثنوی مہر وماہ، (اسلام آباد: مرکز تحقیقات فارسی ایران وپاکستان، ۱۹۷۴ء)، ص ۸۲

۱۸۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ، مرتبہ: ڈاکٹر نسیم احمد، (دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۱۹

۱۹۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۲

۲۰۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۱۷

۲۱۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۲

۲۲۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۲۸
۲۳۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۲
۲۴۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۳۶
۲۵۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۲-۸۳
۲۶۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۲۱
۲۷۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۴
۲۸۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۵۷
۲۹۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۴
۳۰۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۵۱
۳۱۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۴
۳۲۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۵۷
۳۳۔ جمالی دہلوی، مقدمہ مثنوی مہر وماہ، ص ۸۴
۳۴۔ درد دہلوی، خواجہ میر، دیوان درد، ص ۱۲۲